Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities

(Bi-Annual) Trilingual: Urdu, Arabic and English

ISSN: 2707-1200 (Print) 2707-1219 (Electronic)

Home Page: http://www.arjish.com

Approved by HEC in "Y" Category

Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.

Published by the Al-Khadim Foundation which is a registered organization under the Societies Registration ACT.XXI of 1860 of Pakistan

Website: www.arjish.com

Copyright Al Khadim Foundation All Rights Reserved © 2020

This work is licensed under a

Creative Commons Attribution 4.0 International License

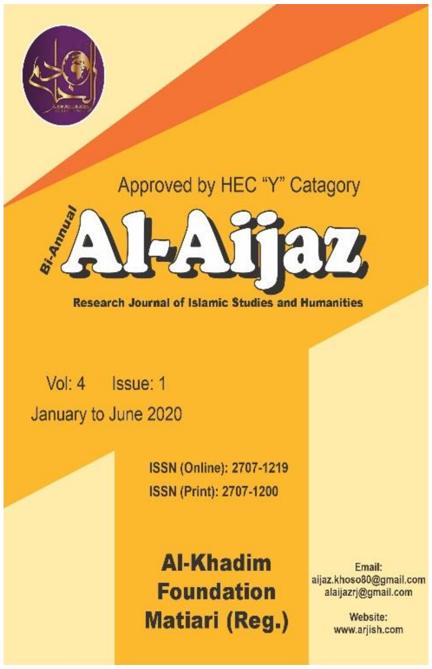

TOPIC:

The Application of Tawarruq in Contemporary Islamic Banking: A review of Fiqh academies' perspective

AUTHORS:

1. Mujeeb ur Rehman, Ph.D Scholar Government College University Faisalabad.

Email: syedmujeeb86@yahoo.com, ORCHID ID: https://orcid.org/0000-0001-8448-2980

2. Prof: Ghulam Shams ur Rehman, Chairman dept of Islamic studies and Arabic Government College University Faisalabad.

Email: shamsbzu@gmail.com, ORCHID ID: https://orcid.org/0000-0002-2393-408X

How to cite:

Rehman, Mujeeb ur, and Ghulam Shams ur Rehman. 2020. "U-2 The Application of Tawarruq in Contemporary Islamic Banking: A Review of Fiqh academies' Perspective". *Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities* 4 (1):22-39.

https://doi.org/10.53575/u2.v4.01.22-39

URL: http://www.arjish.com/index.php/arjish/article/view/98

QR Code

Vol: 4, No. 1 | January to June 2020 | Page: 22-39

Published online: 2020-06-30

مروجہ اسلامی بنکاری میں تورق کا استعمال: فقہی اکادمیات کے نقطہ نظر کا جائزہ

The Application of Tawarruq in Contemporary Islamic Banking: A review of Fiqh academies' perspective

Mujeeb ur Rehman*
Prof: Ghulam Shams ur Rehman**

Abstract
Liquidity management is the foundation of banking system. In Conventional Banking the lack of liquidity is met by interest based transactions. Islamic banks avoid interest-bearing activities, they use Tawarruq to solve liquidity problems. The concept of tawarruq between two individuals is found in early jurisprudential literature, which has been discussed by the early jurists. This transaction is nowadays being used by many Islamic banks for liquidity management and as a mode of financing, Contemporary jurisprudential Academies have declared it legitimate. Twarruq is not preferred in its both individual and Institutional forms. However, jurisprudential academics have given conditional permission for tawarruq . Their view seems to be correct. With regard to the said context the view of the jurisprudential academies along with their arguments has been reviewed in this piece of literature with respect to their historical evolution.
Keywords: **T**awarruq, fiqh academies,

تمہید:

روپیہ کا لین دین بنکاری نظام کی اساس ہے۔کلائنٹ کو قرض دے کر اس پر اضافہ وصول کرنا بنک کی آمدن کا اہم عنصر ہوتا ہے۔اسی طرح نقدی کی کمی کو بھی سودی قرض لے کر پورا کیا جاتا ہے۔اسلامی بنک سودی لین دین سے اجتناب کرتے ہیں۔نقدی کے مسائل کو حل کرنے کے لئے اسلامی بنک تورق کا استعمال کرتے ہیں۔ادارہ جاتی سطح پر تورق کا استعمال ایک نئی صورت ہے، جس کو "التورق المصرفی" کہا جاتا ہے۔معاصر فقہی اکادمیات نے اس پر بحث کر کے اس کی مشروط اجازت دی ہے۔ فقہی اکادمیات کی قراردادوں کے تناظر میں تورق کے جواز پر بحث تاحال کسی نے نہیں کی۔اس خلا کو پر کرنے کے لئے یہ مقالہ تحریر کیا جارہا ہے۔پہلے تورق کا مفہوم اور اس کے بارے میں قدیم فقہاء کا نقطہ نظر بیان کیا جارہا ہے،اس کے بعد فقہی اکادمیات کے نقطہ نظر کو بیان کر کے اس کا جائزہ لیا گیا ہے۔

تورق کا تعارف:

تورق ورق سے باب تفعیل کا مصدر ہے۔ورق (بکسر الراء) چاندی کو کہا جاتا ہے۔تورق کا مطلب چاندی کا حصول ہے۔جس طرح فقہ کے حصول کو تفقہ کہا جاتا ہے۔سورہ کہف کی ایک آیت میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فابعثوا أحدكم بورقكم هذه إلى المدينة[1]

* Ph.D Scholar Government College University Faisalabad.
Email: syedmujeeb86@yahoo.com, ORCHID ID: https://orcid.org/0000-0001-8448-2980
** Chairman dept of Islamic studies and Arabic Government College University Faisalabad.
Email: shamsbzu@gmail.com, ORCHID ID: https://orcid.org/0000-0002-2393-408X

فقہاء کے ہاں خرید وفروخت کی ایک خاص صورت کے لئے تورق کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔اگر کسی شخص کو نقد رقم کی ضرورت ہو، کوئی قرض دینے والا نہ ہو،وہ کسی شخص سے کوئی چیز مہنگے داموں ادھار پر خریدے،اور کسی تیسرے شخص کو اس سے کم رقم پر بیچ دے۔ تو اس معاملے کو تورق کہا جاتا ہے۔اس طریقے سے ضرورتمند شخص کو نقدی مل جاتی ہے۔ جبکہ قرض حسنہ دینے سے انکار کرنے والا اپنی چیز کو مہنگے داموں بیچ کر فائدہ حاصل کرلیتا ہے۔

زمانہ قدیم سے لوگ بوقت ضرورت قرض کی عدم دستیابی کی وجہ سے مختلف متبادل معاملات کا سہارا لیتے رہے ہیں۔ تورق ان میں سے ایک ہے۔اس سے ملتا جلتا معاملہ "عینہ" ہے۔ جس میں کوئی شخص دوسرے سے کوئی چیز ادھار پر خرید کر اسی کو پہلے کی بہ نسبت سستے داموں نقد پر بیچ دیتا ہے۔ حضرت زید بن ارقم کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک خاتون سے کوئی چیز آٹھ سو درہم ادھار پر خرید کر اسی کو چھ سو درہم نقد پر بیچ دی۔اس معاملے کی خبر حضرت عائشہ کو ہوئی، تو انہوں نے اس خاتون سے ارشاد فرمایا کہ زید کو کہہ دو کہ اگر انہوں نے اس معاملے سے توبہ نہ کی تو رسول اللہ ﷺ کی ہمراہ ان کا کیا گیا جہاد باطل ہوجائے گا[2]۔

تورق اور عینہ کے لئے "الزرنقہ" کی اصطلاح بھی رائج رہی ہے۔ چنانچہ معروف شافعی فقیہ اور ماہر لغت ابو منصور الازہری (م:370ھ) اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اگر کوئی آدمی کسی سے کوئی چیز ادھار پر خریدے اور کسی دوسرے کو نقد پر بیچ دے تو اس معاملے کو زرنقہ کہا جاتا ہے۔اور یہ تمام فقہاء کے ہاں جائز ہے"[3]۔ یہی معاملہ تورق کہلاتا ہے۔ابن الاثیر (م:606ھ) لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی سے کوئی چیز مہنگے داموں ادھار پر خریدے پ، پھر اسی شخص کو یا کسی اور کو پہلی قیمت سے سستی بیچ دے تو اس معاملے کو زرنقہ کہا جاتا ہے[4]۔اگر وہ شخص اپنے بائع ہی کو سستے داموں بیچتا ہے تو یہ معاملہ عینہ کہلاتا ہے۔اس سے واضح ہوا کہ عینہ اور تورق دونوں کو "الزرنقہ" بھی کہا جاتا ہے۔اور تورق کی اصطلاح اگرچہ بعد میں رائج ہوئی، لیکن اس کی صورت کا وجود ماضی میں رہا ہے۔ چنانچہ حضرت علی کا قول منقول ہے کہ میں حج کو کبھی ترک نہیں کروں گا، چاہے مجھے زرنقہ ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔اور زرنقہ کی مراد میں یہاں دو قول ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ زرنق ایک آلہ ہے، جس کے ذریعے کنویں سے پانی نکالا جاتا تھا۔ حضرت علی کی مراد یہ ہے کہ میں حج نہیں چھوڑ سکتا، چاہے اس کے لئے مجھے اجرت پر کنویں سے پانی نکالنے کی مزدوری ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ دوسرا نکتہ نظر یہ ہے کہ زرنق سے یہاں مراد یہ ہے کہ کسی شخص سے ادھار پر مہنگے داموں کوئی چیز خرید کر اسی کو یا کسی اور کو قیمت خرید سے سستے داموں نقد پر فروخت کرنا۔اسی طرح حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ زرنقہ کا معاملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔[5]

نقد رقم حاصل کرنے کے لئے وجود میں لائے جانے والے معاملات پر تمام فقہاء نے بحث کی ہے۔البتہ اصطلاحات میں فرق ہے۔ تورق کی اصطلاح حنابلہ نے متعارف کروائی ہے۔ حنفیہ کے ہاں تورق بطور اصطلاح مستعمل نہیں ہے۔عینہ کے ذیل میں تورق کی صورت بیان کر کے اس کا حکم ذکر کیا گیا ہے۔مالکیہ کے ہاں "بیوع الآجال" کی اصطلاح ملتی ہے۔اسی کے تحت وہ اس طرح کے معاملات پر بحث کرتے ہیں۔ فقہاء شافعیہ نے بھی عینہ کے عنوان کے تحت ان معاملات کا حکم بیان کیا ہے۔ان سب فقہاء کا عینہ کی حرمت اور تورق کی اجازت پر اتفاق

ہے۔ذیل میں مسالک اربعہ کا تورق کے بارے میں نقطہ نظر درج کیا جاتا ہے۔

حنفیہ کا موقف:

حنفیہ نے عینہ کے ضمن میں تورق کی صورت بیان کر کے اس کا حکم بیان کیا ہے۔احناف کے ہاں عینہ یعنی ادھار خریدی گئی چیز کو قیمت خرید سے کم پر بیچنا جائز نہیں۔اس کی وجہ حضرت عائشہ کا اثر ہے۔جس کا ذکر گذشتہ سطور میں ہوا۔وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے حضرت زید بن ارقم کو یہ معاملہ کرنے پر عبادات ضائع ہونے کی وعید سنائی تھی۔ایسی وعید قیاس کی روشنی میں نہیں سنائی جا سکتی۔ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہو گا۔اسلئے یہ معاملہ ناجائز ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے اس بیع کو "سوء" یعنی برا قرار دیا۔ایسی بیع فاسد کے حکم میں ہو گی۔نیز اس میں ربا کا شبہ ہے۔کیونکہ بائع نے قیمت پر قبضہ نہیں کیا۔جس کی وجہ سے ابھی تک قیمت اس کے ضمان میں نہیں آئی۔اور مبیع اس کے پاس اسی حالت میں واپس آرہی ہے۔اب صورتحال یہ ہے کہ ثمن ثانی یعنی بائع کی ادا کردہ قیمت ثمن اول یعنی مشتری کی ادا کردہ قیمت کے کچھ حصے کے مقابلے میں ہو جائے گا، مشتری کی ادا کردہ قیمت کا کچھ حصہ بلا عوض رہ جائے گا۔گویا عقد معاوضہ میں ثمن کا کچھ حصہ بلا عوض ہے۔اور یہی ربا کہلاتا ہے[6]۔یہی حکم فقہائے حنفیہ نے بالعموم بیان کیا ہے۔اس کے ضمن میں فخر الدین الزیلعی (م: 743ھ) نے یہ جزئیہ بیان کیا ہے کہ اگر مشتری وہ چیز کسی اور کو بیچ دے یا ہبہ کر دے۔اور اس دوسرے شخص سے بائع اول خرید لے۔تو یہ معاملہ جائز ہو گا۔کیونکہ ملکیت کے سبب کے اختلاف سے عین بھی مختلف شمار ہو گا[7]۔اسی صورت کو تورق کہا جاتا ہے۔جس کو علامہ زیلعی جائز کہہ رہے ہیں۔

امام ابو یوسف بیع عینہ کو جائز بلکہ باعث اجر قرار دیتے ہیں۔قاضی خان کہتے ہیں کہ "بلخ کے مشائخ کا کہنا ہے کہ ہمارے زمانے میں بیع عینہ بازار میں ہونے والے بہت سارے معاملات سے بہتر ہے۔اور امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ عینہ جائز بلکہ باعث ثواب ہے، کیونکہ اس کو حرام سے اجتناب کی خاطر اختیار کیا جاتا ہے۔اس کا ثواب حرام سے بچنے کی بنا پر ہے"۔بظاہر امام ابو یوسف کا موقف فقہائے حنفیہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔کیونکہ ایک طرف امام محمد کہتے ہیں کہ اس بیع کا میرے دل پر پہاڑ جیسا بوجھ ہے، یہ مذموم معاملہ سود خوروں نے گھڑ رکھا ہے[8]۔اور دوسری طرف امام ابو یوسف اس کو باعث اجر قرار دے رہے ہیں۔لیکن علامہ ابن الہمام نے دونوں اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ ممنوع اور مذموم صورت وہ ہے جہاں کوئی چیز ادھا میں مہنگی خرید کر اسی بائع کو سستے داموں نقد پر بیچی جائے۔امام محمد کی مراد یہ صورت ہے۔اور جس صورت میں بائع اول اپنی چیز بیچ کر فارغ ہو جائے۔مشتری آگے بازار میں یا کسی اور کو نقد سستے داموں فروخت کرے۔اور وہ چیز لوٹ کر بائع کے پاس نہ آئے تو یہ صورت جائز ہے۔یہ وہی صورت ہے جس کو تورق کہا جاتا ہے۔امام ابو یوسف نے اسی کو باعث اجر قرار دیا ہے۔علامہ ابن الہمام (م: 861ھ) لکھتے ہیں کہ "میرے دل میں یہ آتا ہے کہ بائع اول جو چیز بیچتا ہے، اگر بعینہ وہی یا اس کا کوئی حصہ لوٹ کر اسی کے پاس آجائے تو یہ صورت مکروہ ہے۔ورنہ کوئی کراہت نہیں ہے۔البتہ بعض حالات میں یہ خلاف اولیٰ ہو گا۔مثلاً کسی کو قرض درکار ہے۔جس سے قرض مانگا جا رہا ہے، وہ قرض دینے سے انکار کرے، اور دس درہم کی کوئی چیز اس کو ادھار پندرہ درہم میں فروخت

کرے۔مدیون اس چیز کو بازار میں دس درہم کے عوض فروخت کردے۔تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے[9]۔علامہ شامی (م:1252ھ)علامہ ابن الھمام کی یہی بات نقل کر کے کہتے ہیں کہ "البحر الرائق،النہر الفائق،اور شرنبلالیہ نے علامہ ابن الھمام کی اس بات کی تائید کی ہے۔یہی بات ظاہر ہے۔سعد ابوالسعود نے امام ابو یوسف کے قول کو اسی صورت (تورق) پر محمول کیا ہے۔اور امام محمد کے قول کو اس صورت (عینہ) پر محمول کیا گیا ہے جب مبیع لوٹ کر بائع کے پاس چلی جائے"[10]۔اس سے ثابت ہوا کہ عینہ کو فقہائے احناف ناجائز کہتے ہیں۔البتہ تورق ان کے ہاں جائز ہے۔

مالکیہ کا نقطہ نظر:

مالکیہ کے ہاں تورق اور عینہ کی اصطلاحات نہیں ملتیں۔فقہائے مالکیہ کی ذکر کردہ خرید وفروخت کی بعض صورتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں عینہ ناجائز ہے۔چنانچہ ابن رشد (م:520ھ) لکھتے ہیں۔"اگر کوئی شخص اپنا سامان ادھار پر ایک خاص مدت تک بیچے، پھر خریدار سے کم قیمت پر نقد خرید لے۔تو یہ دونوں معاملے فسخ ہو جائیں گے[11] الدسوقی (م:1230ھ) بیوع الآجال کا عدم جواز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بیوع الآجال میں درج ذیل شرائط ہوں تو وہ ناجائز ہوں گی۔ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ذکر کی ہے کہ مشتری بائع ثانی بن جائے،اور بائع اول مشتری ثانی بن جائے[12]۔یہ وہی صورت ہے،جس کو حنفیہ اور شافعیہ عینہ کہتے ہیں۔مالکیہ کے ہاں اس کی اجازت نہیں۔گویا ان کے ہاں بیع عینہ ناجائز ہے۔الدسوقی کی ذکر کردہ شرط سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بائع اول مشتری ثانی نہ بنے تو ان کے ہاں یہ صورت جائز ہونی چاہئے۔گویا مالکیہ کے ہاں تورق کی اجازت ہے۔القرافی لکھتے ہیں، کہ " ہم اس (بیع عینہ والی صورت) کے عدم جواز کے قائل اسلئے ہیں، کیونکہ دوسرا عقد بائع اول کے ساتھ ہی ہوتا ہے[13]۔اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ مالکیہ کے ہاں تورق جائز ہے۔

شافعیہ کا نقطہ نظر:

شوافع کے ہاں بیع العینہ اور تورق دونوں جائز ہیں۔گذشتہ سطور میں ہم نے ابو منصور الازھری کا یہ جملہ نقل کیا کہ الزرنقہ یعنی بیع العینہ تمام فقہاء کے ہاں جائز ہے۔الازھری ماہر لغت ہونے کے ساتھ فقہ شافعیہ کے معروف فقیہ بھی ہیں۔لہذا فقہ شافعیہ کی نمائندگی کے لئے ان کا قول بھی کافی ہے۔اس کے علاوہ امام شافعی نے "الام" میں نہایت قوت کے ساتھ بیع العینہ کے جواز کی حمایت کی ہے۔اس کو قیاس کے مطابق قرار دیا ہے۔جہاں تک حضرت زید بن ارقم کے بارے میں حضرت عائشہ کا اثر ہے تو امام شافعی کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم کی ام ولد نے حضرت عائشہ سے کہا کہ میں نے زید بن ارقم سے ایک چیز مہنگے داموں ادھار پر خرید کر ان کو نقد سستے داموں بیچ دی۔یہاں ادھار معاملہ ہوا اور مدت کی تعیین نہیں کی گئی۔بلکہ "الی العطاء" کا ذکر کیا گیا۔یعنی کسی بھی وقت رقم ادا کر دی جائے گی۔تو یہاں حضرت عائشہ نے مدت کی تعیین نہ ہونے کی وجہ سے معاملے کو ناجائز قرار دیا۔امام کہتے ہیں کہ کسی معاملے میں صحابہ کا اختلاف ہو جائے تو ہم اس کا قول اختیار کریں گے جو قیاس کے مطابق ہو،اور یہاں حضرت زید بن ارقم کا عمل قیاس کے مطابق ہے۔امام شافعی حضرت زید بن ارقم کے اعمال ضائع ہونے کے حضرت عائشہ کے قول کو ثابت نہیں مانتے،ان کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی معاملے کو جائز سمجھ کر کرے،اور ہم اس کو ناجائز

سمجھتے ہوں تو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس کے اعمال ضائع ہو گئے ہیں۔ لہٰذا حضرت عائشہ سے ایسا جملہ ثابت نہیں ہے[14]۔

امام شافعی اگر بیع العینہ کی اس قدر پر جوش حمایت فرمارہے ہیں تو تورق ان کے ہاں بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہئے۔ چنانچہ امام شافعی بیع العینہ کے جواز کے دلائل دیتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں "اگر کوئی شخص ادھار مال خرید کر کسی دوسرے کو نقد فروخت کرتا ہے، تو یہ قائل (بیع العینہ کو ناجائز کہنے والا) اس کو جائز کہے گا۔ تو اسی بائع کو بیچنا کس نے ناجائز قرار دیا[15]" یہاں امام شافعی نے پہلے جملے میں تورق کو بیان کیا۔ کہ اگر کوئی شخص اپنا مال ادھار خرید کر کسی دوسرے کو نقد بیچتا ہے تو یہ سب کے نزدیک جائز ہے۔ گویا امام کے ہاں تورق متفق علیہ معاملہ ہے۔ ظاہر ہے ان کے ہاں بھی یہ جائز ہی ہے۔

حنابلہ کا نقطہ نظر:

حنبلی مکتب فکر میں تورق جائز ہے۔ تورق کی اصطلاح ہی ان کی متعارف کردہ ہے۔ البتہ عینہ کی اجازت ان کے ہاں بھی نہیں۔ ابن قدامہ المقدسی (م: 620ھ) لکھتے ہیں۔ کہ "کسی شخص نے کوئی سامان ادھار بیچا، اور بعد میں وہ پہلے سے کم قیمت پر نقد خرید نا چاہتا ہے تو یہ اس کے لئے جائز نہیں"[16]۔ المرداوی (م: 885ھ) لکھتے ہیں۔ اگر کسی شخص کو نقد رقم در کار ہے، تو وہ سو درہم کی چیز ڈیڑھ سو میں خرید لیتا ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہی اصل مذہب ہے۔ اسی کو مسئلہ تورق کہا جاتا ہے۔ امام احمد سے اس کی کراہت اور حرمت کی بھی روایات ہیں۔ لیکن اگر وہ اسی کو بیچے جس سے اس نے خریدا تھا تو اس کی اجازت نہیں۔ یہ بیع العینہ ہے[17]۔

المرداوی نے اس عبارت کے ابتدائی حصے میں تورق کو بیان کیا ہے، اگرچہ اس میں سو کی چیز کو ڈیڑھ سو میں ادھار خریدنے اور بعد میں کسی دوسرے کو بیچنے کا ذکر نہیں۔ لیکن یہ دونوں باتیں عبارت سے بآسانی سمجھی جاسکتی ہیں۔ ادھار لینا اس کی مجبوری ہے، کیونکہ مسئلہ ہی ایسے شخص کا ہے، جس کے پاس نقد رقم نہیں۔ اور تیسرے کو بیچنا بھی واضح ہے، کیونکہ اگلے حصے میں اپنے بائع کو بیچنا ممنوع قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا، کہ حنابلہ کے ہاں تورق کی اجازت ہے، البتہ بیع العینہ ان کے ہاں بھی جائز نہیں۔

درج بالا بحث سے واضح ہوا کہ تورق کے جواز اور عینہ کے عدم جواز پر فقہائے اربعہ کا اتفاق ہے۔ امام ابن تیمیہ عینہ کے ساتھ تورق کو بھی ناجائز کہتے ہیں۔ ذیل میں ان کا موقف درج کیا جارہا ہے۔

تورق کے بارے میں ابن تیمیہ کا نقطہ نظر:

امام ابن تیمیہ تورق کو ناجائز کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں، کہ بیع اس وقت درست ہو گی جب وہ بذات خود مقصود ہو، یعنی خریدی گئی چیز سے نفع حاصل کرنا پیش نظر ہو، اگر مقصد رقم کا حصول ہو، اور اس کے لئے تورق کا راستہ اختیار کیا جائے، تو یہ ناجائز ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر مقروض مالدار ہے تو اس کے لئے دین کی ادائیگی لازم ہے، اور اگر وہ غریب ہے تو اس کو مہلت دیا جانا واجب ہے۔ قرض کے معاملے کو خرید و فروخت میں بدلنا ناجائز ہے[18]۔ ابن تیمیہ مزید کہتے ہیں۔ کہ خرید و فروخت تین طرح سے ہوتی ہے۔

الف۔ کسی آدمی کو کسی چیز کی ضرورت ہو، وہ اس چیز کو خرید کو اپنے استعمال میں لاتا ہے۔ تو یہ بیع ہے، جس کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے۔

ب۔ کسی آدمی کا مقصد تجارت ہے، وہ کوئی چیز خرید کر اس میں تجارت کرنا چاہتا ہے، چاہے اسی شہر میں کرے، یا کہیں اور جا کر کرے۔ تو یہ تجارت ہے، جس کو اللہ نے مباح قرار دیا ہے۔

ج۔ ایک آدمی کا مقصد نہ تو اس چیز سے فائدہ حاصل کرنا ہے، اور نہ اس میں تجارت اس کے پیش نظر ہے، اس کو تو رقم چاہئے، قرض نہ ملنے کی وجہ سے وہ تورق کا معاملہ اختیار کر رہا ہے۔ تو یہ مکروہ ہے۔ یہ علماء کا غالب نقطہ نظر ہے۔ امام احمد کی ایک روایت بھی یہی ہے۔ یہی نقطہ نظر حضرت عمر بن عبد العزیز کا ہے۔ وہ اس کو ربا کی بنیاد قرار دیتے تھے[19]۔

امام ابن القیم اس مسئلے میں اپنے استاذ کے ہمنوا ہیں۔ چنانچہ انہوں نے تورق اور عینہ دونوں کو ناجائز کہا ہے۔ البتہ تورق کو عینہ کے مقابلے میں اخف (ہلکا) قرار دیا ہے[20]۔

تورق کے بارے میں فقہی اکادمیات کا نقطہ نظر:

فقہی اکادمیات دور حاضر میں مسلمانوں کو درپیش مختلف مسائل کے فقہی حل کا اجتماعی فورم ہے۔ یہاں اسلامی دنیا کے نامور فقہاء زیر بحث مسئلے کا حل باہم غور وخوض کر کے تلاش کرتے ہیں۔ اس وقت دنیا کے طول و عرض میں مختلف فقہی اکادمیات کام کر رہی ہیں۔ ان میں مجمع الفقہی الاسلامی الدولی، المجلس الاوربی للافتاء والتحقیق، ھیئۃ کبار العلماء السعودیہ، المجمع الفقہی الاسلامی، اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا اور اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان اہمیت کی حامل ہیں۔ عالمی سطح پر تعارف رکھنے والی ان اکادمیات کے علاوہ مختلف ممالک میں علاقائی اکادمیات بھی موجود ہوتی ہیں۔ ان میں سے کچھ اکادمیات نے تورق پر بحث کی ہے۔ ذیل میں ان کا نقطہ نظر درج کیا جاتا ہے۔

1۔ ھیئۃ کبار العلماء کا نقطہ نظر:

یہ ادارہ سعودی شاہی فرمان کے تحت 1391ھ میں قائم کیا گیا۔ اس کا صدر دفتر ریاض میں ہے۔ شیخ عبداللہ بن باز کو اس کا صدر مقرر کیا گیا تھا۔ دیگر ارکین کا تقرر بھی سعودی حکومت کرتی ہے۔ اس کے بنیادی فرائض میں حکومت وقت کے استفسارات کا محققانہ جواب اور خود اکیڈمی کی جانب سے کسی جدید مسئلے کے حل پر آراء فراہم کرنا ہے۔ اس کا اجلاس ششماہی ہوتا ہے۔ وقتی تقاضوں کے پیش نظر ہنگامی اجلاس کا انعقاد بھی کیا جا سکتا ہے[21]۔ اجلاس کو قانونی حیثیت اس وقت حاصل ہو گی جب اس کے دو تہائی اراکین موجود ہوں۔

16 شوال 1396ھ میں ھیئۃ کبار العلماء نے بحث کے بعد عینہ کو ناجائز قرار دیا۔ اور تورق کی وہ صورت جس میں مشتری اپنے بائع کے علاوہ کسی اور کو وہ سامان واقعتاً بیچتا ہے۔ اس کو جائز قرار دیا[22]۔

2۔ اللجنۃ الدائمہ للبحوث العلمیہ والافتاء کا نقطہ نظر:

اس کو اردو میں دائمی فتویٰ کمیٹی کہا جاتا ہے۔ یہ سعودی عرب کی سرکاری فقہی اکیڈمی "ھیئۃ کبار العلماء" کا ذیلی ادارہ ہے۔ شعبان 1971 میں ایک شاہی فرمان کے ذریعے ھیئۃ کبار العلماء کی بنیاد رکھی گئی۔ اسی فرمان کی چوتھی دفعہ میں اللجنۃ الدائمہ للبحوث العلمیہ والافتاء کی منظوری ھیئۃ کبار العلماء کے ذیلی ادارے کی حیثیت سے دی گئی۔ سعودی عرب کا مفتی اعظم اور ھیئۃ کبار العلماء کا سربراہ اس کا بھی رئیس ہوتا

ہے۔ دیگر اراکین کا تقرر بھی ھیئۃ کبار العلماء کے ممبران میں سے ہوتا ہے۔ اس ادارے کا کام ھیئۃ کبار العلماء کے فورم پر بحث و مناقشہ کے لئے موضوعات تلاش کرنا اور لوگوں کے انفرادی مسائل میں ان کی راہنمائی کرنا ہے۔ شیخ احمد بن عبدالرزاق الدرویش نے اس کے فتاویٰ کو جمع کرکے شائع کیا ہے

اللجنۃ الدائمہ کے پاس یہ مسئلہ پیش ہوا کہ تورق کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ تو اللجنۃ نے جواب دیا کہ تورق کا مطلب ہے کہ کسی سے ادھار مہنگی قیمت کے عوض سامان خریدنا، پھر کسی اور کو نقد اور سستا بیچ دینا۔ اور جمہور علماء کے نزدیک اس کی اجازت ہے[23]۔

3۔ المجمع الفقہی الاسلامی مکہ مکرمہ کا نقطہ نظر:

1977 میں اس فقہی اکیڈمی کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کا صدر دفتر مکہ مکرمہ میں ہے۔ یہ رابطہ عالم اسلامی کے تحت کام کرتا ہے۔ رئیس، نائب رئیس کے علاوہ بیس علماء اس کے رکن ہوتے ہیں۔ دنیا بھر کے مختلف مسلمان محققین اس ادارے کے اراکین ہیں۔ جو اجتماعی غور و خوض کرکے جدید مسائل پر عالم اسلام کی راہنمائی کرتے ہیں۔

المجمع الفقہی الاسلامی مکہ مکرمہ نے اپنے پندرہویں اجلاس منعقدہ اکتوبر 1998 میں تورق کو جائز قرار دیا۔ کیونکہ اس میں ربا کا وجود نہیں ہے۔ نیز لوگوں کو شادی بیاہ کے اخراجات اور اپنے قرضوں کی ادائیگی کے لئے اس کی حاجت ہے۔ البتہ یہ شرط لگائی کہ مشتری اپنے بائع کو وہ سامان نقد اور قیمت خرید سے سستا نہیں بیچ سکتا۔ اگر ایسا کرے گا، تو عینہ کا ارتکاب کرے گا۔ جو کہ ربا کا حیلہ ہونے کی وجہ سے حرام عقد ہے[24]۔

یہ تمام بحث اس تورق کے بارے میں کی گئی، جو افراد کے درمیان انجام پذیر ہوتا ہے۔ اس کو تورق فردی کہا جا سکتا ہے۔ دور حاضر میں تورق اسلامی مالیاتی اداروں میں بھی عمل میں لایا جا رہا ہے۔ اس کو "التورق المصرفی" کہا جاتا ہے۔ جس میں بنک یا مالیاتی ادارہ باقاعدہ تورق کو عمل میں لانے کے لئے انتظامات کرتا ہے۔ التورق المصرفی اپنی ہیئت ترکیبی میں تورق فردی ہی کی طرح ہے۔ البتہ انجام کار کے اعتبار سے یہ تورق فردی سے مختلف ہے۔ اسلئے فقہی اکادمیات نے اس کا حکم بھی الگ بتایا ہے۔ ذیل میں التورق المصرفی کی مختصر وضاحت، اور اس کے بارے میں فقہی اکادمیات کا نقطہ نظر تحریر کیا جا رہا ہے۔

التورق المصرفی کا مفہوم:

التورق المصرفی یعنی بنکاری تورق بنک کے زیر اہتمام انجام پذیر ہوتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے۔ کہ بنک متورق (عمیل) کی طلب پر بازار سے مطلوبہ چیز کی خریداری کرتا ہے۔ اور متورق کو ادھار پر مہنگے داموں فروخت کر دیتا ہے۔ پھر متورق کی طرف سے بنک وکیل بن کر کسی تیسرے شخص کے ہاتھوں یہ چیز سستے داموں نقد پر بیچ دیتا ہے، اور رقم متورق کے سپرد کرتا ہے۔ یہ تیسرا شخص عام طور پر بنک کا ہی کوئی متعلق ہوتا ہے۔ گویا اس میں درج ذیل معاملات عمل میں لائے جاتے ہیں،

1۔ بنک کا بازار سے مطلوبہ چیز خریدنا۔

2۔ بنک کا متورق یعنی کلائنٹ کو وہ چیز ادھار پر مہنگے داموں بیچنا۔

3۔بنک کا کلائنٹ کی طرف سے وکیل بن کر کسی تیسرے شخص کو نقد پر کم قیمت میں فروخت کرنا۔اور رقم کلائنٹ کے حوالے کر دینا۔
اس طرح کلائنٹ کو مطلوبہ رقم مل جاتی ہے۔اور بنک اس معاملے میں اپنا نفع یقینی بنالیتا ہے۔

مالیاتی اداروں میں تورق کی ایک اور صورت بھی عمل میں لائی جاتی ہے۔اس میں بنک متورق ہوتا ہے۔اور بنک کا کلائنٹ بائع ہوتا ہے۔بنک بائع کی طرف سے وکیل بن کر مارکیٹ سے کوئی چیز خریدتا ہے۔بعد میں وہ چیز بنک خود اس سے مہنگے داموں خریدلیتا ہے۔یا یوں کہہ لیجئے کہ بنک خود اپنے آپ کو بیچ دیتا ہے۔پھر کسی تیسرے شخص کو نقد اور سستے داموں فروخت کر کے رقم حاصل کرلیتا ہے۔اس طریقہ کار پر بنک اس وقت عمل کرتا ہے،جب اس کو نقدی کی ضرورت ہوتی ہے۔اس میں کلائنٹ اپنا نفع حاصل کرلیتا ہے،اور بنک کو مطلوبہ نقدی مل جاتی ہے[25]۔اس کو تورق مقلوب کہا جاتا ہے۔

التورق المصرفی ایک نئی صورت ہے،جو مالیاتی اداروں میں سودی قرض کے متبادل کے طور پر استعمال ہورہی ہے۔اس کی اہمیت کے پیش نظر فقہی اکادمیات نے اس پر الگ سے غور وخوض کر کے اپنا نقطہ ہائے نظر پیش کیا۔ذیل میں فقہی اکادمیات کا نقطہ نظر درج کیا جارہا ہے۔

التورق المصرفی کے بارے میں فقہی اکادمیات کا نقطہ نظر:

التورق المصرفی کے بارے میں درج ذیل فقہی اکادمیات نے اپنا نقطہ نظر پیش کیا۔

1۔المجمع الفقہی الاسلامی مکہ مکرمہ:

المجمع الفقہی الاسلامی مکہ مکرمہ نے 2003 میں اپنے سترہویں فقہی سیمینار میں التورق المصرفی کی صورت بیان کرتے ہوئے کہا۔کہ "مختلف بنکوں میں تورق کی یہ صورت رائج ہے کہ بنک مارکیٹ سے چیز خرید کر کلائنٹ کو ادھار پر مہنگے داموں فروخت کرتا ہے۔اس شرط پر۔کہ بنک کلائنٹ کی طرف سے نائب بن کر یہ چیز کسی اور کو فروخت کرے گا۔یہ شرط عقد میں بھی لگائی جاتی ہے،اور عرف یا عادت کی رو سے بھی یہ معاملہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہوتا ہے۔بنک عمیل کے نائب کی حیثیت سے وہ چیز فروخت کر کے عمیل کو قیمت سپرد کر دے گا۔

المجمع الفقہی الاسلامی نے اس صورت پر غور کر کے اس کو ناجائز قرار دیا۔کیونکہ اس میں درج ذیل خرابیاں پائی جارہی ہیں۔

1۔بنک کا عمیل کا نائب بن کر وہ چیز فروخت کرنے کا التزام کرنا یا اس چیز کو فروخت کروانے کا انتظام کروانا اس معاملے کو عینہ کے مشابہ بنادیتا ہے۔

2۔ایسے معاملات میں اکثر شرعی قبضے کی شرائط کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔

3۔اس معاملے میں بنک کا مقصد زیادہ رقم کا حصول ہوتا ہے۔خرید وفروخت ایک ظاہری کاروائی کے طور پر ہوتی ہے۔اس سے قبل المجمع الفقہی نے اپنے پندرہویں اجلاس میں جس تورق کی اجازت دی تھی۔وہ تورق فردی تھا۔جس میں حقیقی طور پر معاملات وجود میں آتے ہیں۔[26]

تورق مقلوب کے بارے میں المجمع الفقہی الاسلامی مکہ مکرمہ نے اپنے انیسویں اجلاس منعقدہ 2007 میں غور وخوض کیا۔اور اس کو ناجائز قرار

دیتے ہوئے درج ذیل قرارداد جاری کی۔

1۔ یہ معاملہ عینہ کے مشابہ ہے۔ کیونکہ اس میں اس چیز کی واقعی خرید و فروخت مقصود نہیں ہوتی۔ خاص طور پر جب بنک اس چیز کو لینے کی یقین دہانی بھی کرواتا ہے۔

2۔ یہ معاملہ بھی التورق المنظم کی طرح ہے۔ جس کو المجمع الفقہی الاسلامی اپنے سترہویں اجلاس میں ناجائز قرار دے چکا ہے۔ عدم جواز کی جو علت وہاں تھی، یہاں بھی پائی جارہی ہے۔

3۔ اسلام کا تمویلی نظام حقیقی معاملات کی انجام دہی پر مبنی ہے۔ جبکہ یہ معاملہ محض فرضی کاروائی ہونے کی وجہ سے اسلام کے نظام تمویل کے خلاف ہے[27]۔

2۔ مجمع الفقہ الاسلامی الدولی کا نقطہ نظر:

اس کو مجمع الفقہ الاسلامی الدولی بھی کہتے ہیں۔ اسلامی کانفرنس کی تنظیم (OIC) کے تحت یہ ادارہ کام کرتا ہے۔ اس کا صدر دفتر سعودی عرب کے شہر جدہ میں ہے۔ اس کی بنیاد 1981 میں مکہ مکرمہ میں رکھی گئی۔ جنوری 1981 میں مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والی تیسری اسلامی کانفرنس میں اس کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ جون 1983 میں شاہ فہد بن عبدالعزیز کی سرپرستی میں اس کا تاسیسی اجلاس منعقد ہوا۔ شاہ فہد نے اس اجلاس سے خطاب بھی کیا۔ نومبر 1984 میں مجمع نے اپنے پہلے اجتماع کا انعقاد کیا۔ جس میں تنظیمی امور اور مستقبل کے منصوبہ جات کو طے کیا گیا۔

مجمع الفقہ الاسلامی الدولی نے 2009 میں اپنے انیسویں اجلاس میں تورق کی مختلف صورتوں پر غور کیا۔ اور تورق منظم اور تورق مقلوب کو ناجائز قرار دیتے ہوئے درج ذیل قرارداد جاری کی۔

تورق منظم اور تورق عکسی دونوں ناجائز ہیں۔ کیونکہ اس میں تورق کرنے والے دونوں فریق پہلے سے اس پر متفق ہوتے ہیں، چاہے یہ اتفاق صراحتا ہو، یا ضمنا ہو، یا عرفا ہو۔ نیز اس میں حاضر نقد کے عوض زیادہ نقد حاصل کرنے کا حیلہ کیا جاتا ہے۔ جو کہ رباہے[28]۔

3۔ مجمع الفقہ الاسلامی ہند کا نقطہ نظر:

یہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے نام سے معروف ہے۔ 1988 میں مولانا مجاہد الاسلام قاسمی نے اس کی بنیاد رکھی۔ اس کا دفتر نیو دہلی انڈیا میں واقع ہے۔ فقہی ورکشاپس، فقہی کتب و مخطوطات کے تراجم واشاعت سمیت جدید مسائل پر سیمینار منعقد کروانا اس ادارے کی بنیادی ذمہ داریاں ہیں۔ اس اکیڈمی نے اپنے انیسویں فقہی سیمینار میں تورق پر غور کرکے درج ذیل قرارداد جاری کی۔

1۔ اگر بنک یا کوئی مالیاتی ادارہ کلائنٹ کے ہاتھ سامان زیادہ قیمت کے عوض ادھار فروخت کرکے کم قیمت میں خود ہی یا اس کا کوئی متعلقہ ادارہ خریدے، تو یہ صورت ناجائز ہوگی۔

2۔ اگر بنک حقیقت میں خرید و فروخت نہیں کرتا، بلکہ یہ ایک کاغذی کاروائی ہے۔ تو یہ بھی ناجائز ہے۔

3۔اگر بنک کلائنٹ کے ہاتھوں اپنا کوئی سامان زیادہ قیمت کے عوض ادھار فروخت کر کے لا تعلق ہو جائے۔اور خریدار اس پر قابض ہونے کے بعد اپنے طور پر کسی بھی شخص کو بیچے،اور وہ شخص بنک کا کوئی متعلق نہ ہو،تو یہ صورت جائز ہے[29]۔

4۔المجلس الاوربی للافتاء والبحوث کا نقطہ نظر:

یورپ میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد روزگار اور دیگر مقاصد کے حصول کے لئے آباد ہے۔ان کو درپیش دینی مسائل کے حل کے لئے ایک اجتماعی فورم ناگزیر تھا۔چنانچہ اتحاد المنظمات الاسلامیہ یورپ کی دعوت پر ذوالقعدہ 1417ھ بمطابق مارچ 1997 میں اس مجلس کا تاسیسی اجلاس ہوا۔جس میں اس اکادمی کا قیام عمل میں لایا گیا۔

المجلس الاوربی نے تورق کے موضوع پر بحث کر کے مجمع الفقہ الاسلامی الدولی اور المجمع الفقہ الاسلامی مکہ مکرمہ کی قراردادوں پر اعتماد کا اظہار کیا۔گویا ان کے ہاں بھی تورق مصرفی مشروط طور پر جائز ہوگا،بشرطیکہ بنک وہ چیز کلائنٹ کو فروخت کر کے لا تعلق ہو جائے[30]۔

5۔ہیئۃ المحاسبہ والمراجعہ بحرین کی المجلس الشرعی کا نقطہ نظر:

یہ ہیئۃ المحاسبہ والمراجعہ بحرین (AAOIFI) کا ذیلی ادارہ ہے۔27 فروری 1998 کو اس نے اپنا کام شروع کیا۔اس کا بنیادی اسلامی مالیاتی اداروں کے لئے شرعی معاییر (Standerds) تیار کرنا ہے۔

المجلس الشرعی نے تورق کی صورتوں کے بارے میں کہا۔کہ

الف۔ممکن ہے کہ متورق کلائنٹ ہو،جو بنک سے کوئی چیز ادھار خرید کو کسی اور کو نقد بیچے،اور نقدی حاصل کرے۔

ب۔متورق بنک بھی ہو سکتا ہے،جو کسی دوسرے بنک یا عمیل سے کوئی چیز ادھار خرید کر کسی تیسرے کو بیچے اور نقدی حاصل کرے۔البتہ یہ عمل ان شرائط کے ساتھ انجام پذیر ہونا چاہئے۔

1۔جو چیز خریدی جارہی ہے۔اس کی تعیین اچھی طرح ہونی چاہئے۔

2۔قبضہ شرعی کا ہونا لازم ہے۔

3۔متورق وہ چیز خرید کر اپنے بائع کے علاوہ کسی اور کو فروخت کرے گا۔اور کسی بھی صورت میں بائع کی طرف واپس نہ آئے،نہ شرط لگا کر،اور نہ ہی عرف کے ذریعے۔ورنہ یہ معاملہ عینہ بن جائے گا۔

4۔چیز کی خریداری اور بعد میں اس کو فروخت کرنا دونوں الگ ہونے چاہئے۔یعنی دونوں عقود جداگانہ طور پر انجام پائیں۔

5۔اس چیز کو بعد میں بیچنے کے لئے بنک کلائنٹ کا وکیل نہیں بنے گا۔البتہ اگر نظام یعنی قانون اس کی اجازت نہ دے۔تو کلائنٹ کے مکمل قبضہ کر لینے کے بعد بنک اس کا وکیل بن سکتا ہے[31]۔

فقہی اکادمیات کے نقطہ نظر کا تنقیدی جائزہ:

تورق فردی اور تورق مصرفی کے بارے میں گذشتہ سطور میں مختلف فقہی اکادمیات کا نقطہ نظر تحریر کیا گیا۔ہماری اصل بحث تورق

مصرفی۔ جس کو تورق منظم بھی کہا جاتا ہے۔کے بارے میں ہے۔ لیکن تورق مصرفی کی وضاحت کے لئے تورق فردی کی تفصیلات ضروری ہیں۔ کہ اول الذکر ثانی الذکر پر ہی مبنی اور اسی کی جدید شکل ہے۔

الف۔ تورق فردی کے بارے میں ھیئۃ کبار العلماء، اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیہ ولافتاء اور المجمع الفقہی الاسلامی کی قرارداد موجود ہے۔تینوں اکادمیات نے اس کے جواز کا موقف اختیار کیا ہے۔ یہ موقف دراصل جمہور فقہاء کے نقطہ نظر کی تائید ہے۔

امام ابن تیمیہ جمہور کے خلاف موقف رکھتے ہیں۔ان کے نزدیک تورق جائز نہیں۔ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایک مصنوعی معاملہ ہے۔ بائع اور مشتری کا مقصد حقیقی خرید وفروخت نہیں ہوتا۔ بلکہ مشتری کے پیش نظر اصل میں قرض کا حصول تھا۔ قرض نہ ملنے کی وجہ سے اس کو یہ معاملہ اختیار کرنا پڑا۔ سامان خریدنے کی رغبت اس کو ہے، نہ بائع کو بیچنے سے غرض ہے۔ جب سامان کی کوئی حیثیت نہیں، تو یہ ایسا ہی ہے جیسے بائع نے مشتری کو سامان نہیں بیچا۔ بلکہ قرض دیا ہے۔اور اس پر سود وصول کر رہا ہے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ جب ایک شخص کو قرض چاہئے، تو قرض کے معاملے کو بیع میں بدلنے کی بجائے اس کو قرض فراہم کرنا چاہئے۔

جہاں تک اس معاملے کے مصنوعی اور فرضی ہونے کا تعلق ہے۔ تو اس پر آئندہ سطور میں بحث کی جائے گی۔امام کی یہ بات کہ قرض کے طلبگار کو قرض فراہم کرنا چاہئے۔ تو یہ اسلام کے مکارم اخلاق میں سے ہے، کہ قرض کے طلبگار کو قرض حسنہ دیا جائے۔اور تنگدست مقروض کو مہلت دی جائے۔ اگر کوئی ایسا نہ کرے تو مکارم اخلاق کی پیروی نہ کرنے والا تو اس کو کہا جاسکتا ہے، لیکن اعلیٰ اخلاقی اقدار نہ اپنانے کی وجہ سے اس معاملے کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔ خصوصاً جبکہ بعض معاملات میں قرض دینے والا خود اس حیثیت کا مالک نہ ہو۔ کہ وہ اس وقت اس کو قرض فراہم کر سکے۔ تو اس وقت حاجتمند کی حاجت کو تورق کی مدد سے دور کرنا ہی مناسب ہے۔

جمہور کی بنیادی دلیل یہ آیت ہے۔

وأحل الله البيع وحرم الربا

اللہ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی بیع کو حلال قرار دیا ہے۔ یعنی ہر بیع حلال ہے۔ سوائے اس کے۔ جس کی ممانعت پر کوئی دلیل ہو۔ تورق کا معاملہ بھی بیع کی حلت کے عموم کے تحت آتا ہے۔اس کی ممانعت پر کوئی دلیل موجود نہیں۔ جہاں تک عینہ کا تعلق ہے۔اس کی ممانعت پر حضرت عائشہ کا اثر موجود ہے۔ نیز اس میں ربح مالم یضمن کی قباحت بھی موجود ہے۔ جس کی تفصیل اس فصل کی ابتداء میں گزر چکی۔ تورق میں ان خرابیوں میں سے کوئی خرابی نہیں۔ لہٰذا جمہور کا نقطہ نظر درست ہے۔

ب۔ تورق مصرفی کے بارے میں فقہی اکادمیات کا متفقہ موقف ہے کہ اگر بنک عمیل کو کوئی چیز ادھار مہنگے داموں فروخت کرے، اور عمیل وہی چیز کسی تیسرے شخص کو بذات خود نقد کم قیمت پر فروخت کرے، تو یہ معاملہ درست ہے۔ دو امور کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(i) عمیل وہ چیز بذات خود فروخت کرے۔ بنک کو اپنا وکیل نہ بنائے۔ کیونکہ اس سے عینہ کی شباہت لازم آتی ہے، جو کہ حرام ہے۔

(ii)وہ چیز جس کو دوبارہ فروخت کی جائے، وہ بنک یا اس کا کوئی متعلقہ فرد یا ادارہ نہ ہو۔

ہیئۃ المحاسبہ والمراجعہ بحرین کی المجلس الشرعی نے ایک خاص صورت میں پہلی شق میں تخفیف دی ہے۔ وہ یہ کہ کہ اگر قانون وہ چیز عمیل کو بذات خود بیچنے کی اجازت نہ دے، تو عمیل بنک کو اپنا وکیل بنا سکتا ہے۔

ذیل میں ان دونوں کا شق وار جائزہ لیا جاتا ہے۔

1۔ عمیل کا بذات خود بیچنا اور بنک کو وکیل بن بنانے کی شرط فقہی اکادمیات کی احتیاط پر مبنی ہے۔ کیونکہ اگر عمیل بنک سے خرید کر آگے بیچنے کے لئے اسی کو اپنا وکیل بنائے، تو یہ معاملہ ایک فرضی کاروائی دکھائی دیتا ہے۔ مصنوعی کاروائی ہونے سے بچانے اور حقیقت سے قریب تر کرنے کے لئے یہ قید لگائی گئی۔ ورنہ اصولی طور پر دیکھا جائے، تو بنک کی توکیل میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ ہر چیز کی ممانعت کے لئے کوئی دلیل چاہیئے۔ یہاں جب مشتری نے بنک سے کوئی چیز خریدی، تو اس کے پاس تین اختیارات ہیں۔

الف۔ وہ چاہے تو بذات خود اس کو نقد بیچ کر نقدی حاصل کر لے۔

ب۔ چاہے تو بنک کو وکیل بنالے۔ کہ وہ اس کی طرف سے آگے فروخت کرے۔

ج۔ چاہے تو کسی اور کو اپنا وکیل بنالے کہ وہ اس کی طرف سے فروخت کرے۔

عمیل کے ان تینوں اختیارات میں سے کسی ایک کو ختم کرنے کے لئے دلیل چاہیئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ بنک کو وکیل نہیں بنا سکتا، تو اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔

فقہی اکادمیات نے دلیل یہ دی ہے کہ اگر بنک کو وکیل بنائے گا تو اس میں عینہ کے ساتھ مشابہت لازم آئے گی۔ اس دلیل کا حاصل یہ ہے کہ عینہ میں بائع کے پاس چیز واپس آتی ہے، یہاں بنک کے پاس اس وکالت کی وجہ سے وہ چیز آئے گی۔ اسلئے عینہ کی یہ مشابہت بھی جائز نہیں۔

اس دلیل میں وزن نہیں۔ وجوہات درج ذیل ہیں۔

الف۔ عینہ میں بائع اول کے قبضہ میں وہ چیز اصالۃ آتی ہے۔ جبکہ یہاں بنک۔ جو کہ بائع اول ہے۔ کے قبضہ میں وہ چیز نیابۃ آئی ہے۔ وہ عمیل کے وکیل کی حیثیت سے اس کو اپنے قبضے میں لے رہا ہے۔ اصالۃ اس پر عمیل کا قبضہ رہے گا۔ جب وہ وکالت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے اس کو آگے بیچ دے گا، تو اس پر نئے مشتری کا قبضہ ہو جائے گا۔ اس پورے دوانئے میں ایک لمحے کے لئے بھی بنک کا قبضہ اس چیز پر اصالۃ نہیں ہوتا، تو عینہ کے ساتھ مشابہت کیسے لازم آئے گی۔

ب۔ عینہ کی حرمت کی اصل دلیل حضرت عائشہ کا اثر ہے۔ مانعین کا استدلال ہی یہی ہے کہ اس میں ایسی وعید سنائی گئی ہے، جو غیر مدرک بالرائے ہے، لہذا اس کو جائز نہیں ہونا چاہیئے۔ جس کی تفصیل اسی فصل میں اپنے مقام پر گزر چکی ہے۔ اگر عینہ کی حرمت خلاف قیاس اثر کی وجہ سے ہے، تو حرمت کا دائرہ کار اسی کے ساتھ خاص ہونا چاہیئے۔

ج۔ عینہ کی حرمت میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ اس میں بائع کو ربح مالم یضمن حاصل ہو رہا ہے۔ یہ خرابی بھی یہاں نہیں پائی جا رہی۔ کیونکہ بینک

یعنی بائع وہ چیز کلائنٹ یعنی مشتری اول کو بیچ کو فارغ ہو چکا ہے۔اور اسی عقد میں وہ نفع حاصل کر چکا ہے۔ جو اس کے لئے جائز ہے۔ اگلے عقد یعنی توکیل کا اس کے نفع سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ اس نے وہ چیز آگے کسی اور کو بیچنی ہے۔ وہ اس کے پاس نہیں رہنی۔ تو اس کا نفع جس چیز کے عوض میں ہے، وہ اس کی ملکیت سے نکل چکی ہے۔ تو ربح مالم یضمن کی خرابی یہاں نہیں۔

ان مقدمات سے ثابت ہوا، کہ تورق مصرفی کی عینہ کے ساتھ مشابہت لازم نہیں آتی، اور عمیل یعنی مشتری اول اگر بنک یعنی بائع اول کو بیع ثانی کے لئے اپنا وکیل بنائے تو اصولی طور پر اس میں کوئی حرج نہیں۔

2۔ دوسری شرط یہ لگائی گئی۔ کہ دوبارہ وہ چیز کم قیمت پر بنک یا اس کے ذیلی ادارے یا فرد کو نہ بیچی جائے۔ یہ شرط بالکل درست ہے، کیونکہ اگر وہ سامان دوبارہ بنک کو بیچا گیا۔ تو یہ بیع عینہ کی صورت ہو گی۔ کیونکہ سامان واپس بنک کے قبضے میں آگیا۔ تو اس کا منافع "ربح مالم یضمن" کے زمرے میں ہو گا۔ نیز یہ معاملہ حضرت عائشہ کے اثر کی رو سے بھی جائز نہیں۔ اسلئے اس صورت میں یہ تورق نہیں، بلکہ عینہ بن جائے گا، اور ناجائز ہو گا۔ بنک کے ذیلی افراد یا ادارے کا خریدنا ایسا ہی ہے جیسے بنک خرید رہا ہے۔ کیونکہ بنک کے تمام متعلقہ ادارے یا افراد شخص معنوی یا شخص قانونی کے نمائندگان ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی خریدے، ملکیت ایک کی ہی رہے گی۔ لہذا یہ بھی جائز نہیں ہو گا۔

تورق مصرفی پر درج ذیل اعتراضات ہو سکتے ہیں۔

1۔ بنک کا اپنے کلائنٹ کے ساتھ بعد از بیع توکیل پر اتفاق ہوتا ہے۔ یہ باہمی اتفاق یا تو مشروط ہوتا ہے۔ اور اگر مشروط نہ بھی ہو، تو عرف یہی ہے۔ کہ بنک اس کو آگے بیچنے کا اہتمام کرے گا۔ اور قاعدہ ہے کہ جو چیز عرف سے ثابت ہو، وہ گویا کہ عقد میں مشروط ہوتی ہے۔ لہٰذا بنک کا وکیل بن کر آگے بیچنا اس عقد میں مشروط ہوتا ہے۔ اور جس بیع میں کوئی شرط لگائی جائے، وہ ممنوع ہوتی ہے۔ لہٰذا التورق المصرفی جائز نہیں ہونا چاہئے۔

2۔ یہ ایک مصنوعی معاملہ ہے۔ اور شریعت نے اس بیع کو مشروع کیا ہے جو حقیقتاً بیع ہو۔

3۔ یہ حاضر نقد کے عوض ادھار نقد میں اضافہ لینے کا حیلہ ہے۔

ذیل میں ان اعتراضات کی کچھ وضاحت کے بعد ان کا جائزہ لیا جاتا ہے

الف۔ شریعت نے بیع کو مستقلاً ایک معاملہ قرار دیا ہے۔ اس میں کوئی دوسری شرط لگانا، یا ایک عقد میں دوسرا عقد ملانے کی اجازت نہیں ہے۔ کیونکہ ہر معاملے کی اپنی حکمت اور مقاسد ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی دوسری شرط لگانا، یا کوئی اور معاملہ ملا دینا اس معاملے کی نوعیت میں بگاڑ پیدا کر دیتا ہے۔

فریقین کا معاملے سے پہلے ہر وہ اتفاق ناجائز ہے، جس سے معاملے کی نوعیت بدل جاتی ہو۔ جیسے الدردیر نے جعالہ کی بحث میں ایک جزئیہ نقل کیا ہے، کہ اگر کوئی شخص کہے کہ جو میرا غلام میرے پاس لائے گا، تو میں اس کو اتنا انعام دونگا، پھر کوئی شخص بغیر پیشگی اتفاق کے اس کا غلام اس کے پاس لے آئے، تو وہ اس انعام کا مستحق ہو گا[32]۔ یہاں الدردیر نے "من غیر تواطؤ معہ" کی قید لگائی ہے۔ کہ جعالہ کے اس معاملے کی

صحت کے لئے ضروری ہے، کہ ان دونوں کا اس سے قبل اس بات پر اتفاق نہ ہوا ہو، کہ میں تمہارا غلام تمہارے لئے لاؤنگا۔ کیونکہ اگر وہ شخص پہلے سے غلام کے مالک کے ساتھ یہ طے کرلے کہ میں ہی تمہارا غلام لاؤنگا، اور پھر لے کر آئے، تو یہ اجارہ کا عقد ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ غلام لائے یا نہ لائے، اپنی محنت کی وجہ سے وہ اجرت کا مستحق رہے گا۔ تو یہ تواطؤ یا پیشگی اتفاق معاملے کی نوعیت بدلنے والا ہے۔ لہٰذا اس قسم کا تواطؤ اور پیشگی اتفاق ناجائز ہوگا۔

ب۔ بیع میں ہر وہ شرط ناجائز ہے، جس سے:

☆ فریقین میں سے کسی کا مفاد وابستہ ہو،

☆ معقود علیہ، یعنی جس چیز کو بیچا جارہا ہے، اس کا مفاد وابستہ ہو۔

اگر بیع میں کوئی شرط لگی ہو، تو بیع کا کیا حکم ہوگا؟

امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ بیع فاسد ہوگی۔ امام ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک بیع جائز ہوگی، البتہ شرط باطل ہو جائے گی۔ امام ابن سیرین کہتے ہیں کہ بیع بھی جائز ہے اور شرط بھی درست ہوگی[33]۔

اگر مشتری یعنی کلائنٹ بنک سے معاملہ کرتے وقت یہ شرط لگائے، کہ میں تم سے یہ چیز خریدتا ہوں، اس شرط پر، کہ تم میرے لئے اس کو آگے فروخت کروگے۔ تو یہاں مشتری ایک ایسی شرط لگا رہا ہے، جس کا فائدہ اسی کو ہونا ہے۔ لہٰذا یہ شرط ناجائز ہوگی۔

اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ یہاں بنک بیع اول سے قبل اس چیز کو آگے بیچنے کی ذمہ داری لیتا ہے۔ لہٰذا یہ پیشگی اتفاق اور شرط جائز نہیں ہوگی۔

ب: بیع بذات خود ایک مقصودی چیز ہے۔ جس میں کوئی شخص ایک چیز کی طلب رکھتا ہے، چاہے اس کے استعمال کا خواہشمند ہو، یا اس میں تجارت کرکے نفع حاصل کرنا اس کے پیش نظر ہو۔ جبکہ یہاں کلائنٹ کے پیش نظر وہ چیز ہوتی ہی نہیں۔ اس کو تو رقم چاہئے۔ بنک کوئی بھی چیز مارکیٹ سے خرید کر اس کو مہنگے داموں ادھار پر بیچ دے، اور بعد میں اس سے کم قیمت میں نقد اسی کے لئے فروخت کرکے رقم اس کے حوالہ کردے، تو مطلوبہ رقم حاصل ہونے پر کلائنٹ مطمئن ہو جاتا ہے۔ جس چیز پر عقد ہوا ہے، وہ کیا ہے؟ اس سے اس کو کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ معاملہ ایک فرضی کاروائی کے سوا کچھ نہیں۔ اور اس قسم کے مصنوعی معاملے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔

ج۔ یہ اعتراض بھی دوسرے اعتراض سے ملتا جلتا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں خرید و فروخت کا قصد نہیں کیا جاتا۔ یہاں ایک فریق کو نقدی چاہئے، اور دوسرا اس نقدی کو ادھار دے کر منافع لینے کا متمنی ہے۔ اپنے ان مقاصد کے حصول کے لئے وہ تورق کا حیلہ کرتے ہیں۔

تینوں اعتراضات کی وضاحت کے بعد ان کے جوابات لکھے جاتے ہیں۔

1۔ جہاں تک پہلے اعتراض کا تعلق ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کلائنٹ وہ چیز خرید کر فیصلہ کرنے میں آزاد ہوتا ہے۔ چاہے بنک وہ چیز خود فروخت کرلے، چاہے تو بنک کو وکیل بنالے، چاہے تو کسی اور کو وکیل بنائے۔ تینوں اختیارات میں سے آزادانہ طور پر کوئی ایک اختیار اپنے

لئے چن سکتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ

یہ کوئی ایسا پیشگی اتفاق نہیں، جس سے معاملے کی نوعیت بدل رہی ہو۔

یہ کوئی ایسی شرط نہیں، جو عقد میں لازم قرار دی گئی ہو۔

لہٰذا یہ اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔البتہ اگر کلائنٹ بنک کو اپنا وکیل بنانے کی شرط عقد میں ہی لگادے۔تو پھر یہ معاملہ درست نہیں ہوگا۔

2۔دوسرا سوال یہ اٹھایا گیا کہ مشتری کا مقصد رقم کا حصول ہے۔جس چیز کو خریدا جارہا ہے، وہ محض وسیلہ ہے۔گویا یہ ایک مصنوعی معاملہ ہے، جس کو رقم کے حصول کے لئے وجود میں لایا گیا۔اس کا جواب یہ ہے، کہ بہت ساری بیوعات جیسے مشارکہ، مرابحہ وغیرہ میں عقد کرنے والے کا مقصد رقم حاصل کرنا ہوتا ہے۔عقد کرنے والا نفع حاصل کرنے کے لئے اس معاملے کا سہارا لیتا ہے۔اسلئے اگر مقصود رقم کا حصول ہو، اور بیع کو بطور وسیلہ استعمال کرے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔بشرطیکہ کوئی خلاف شرع کام نہ ہو۔رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں خیبر کے عامل ایک خاص قسم کی کھجور جس کو جنیب کہا جاتا تھا، لے کر آئے۔آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، کیا خیبر کی ساری کھجوریں ایسی ہوتی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا۔نہیں یارسول اللہ ﷺ! ہم عام کھجوروں کے دو صاع دے کر اس کھجور کا ایک صاع یا عام کھجوروں کے تین صاع دے کر اس کھجور کے دو صاع خریدتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا مت کرو۔عام کھجوروں کو دراہم سے بیچ دو، پھر دراہم سے جینب کو خریدلو[34]۔یہاں مقصد رقم حاصل کرکے جنیب خریدنا تھا۔اس کے لئے عام کھجوروں کو بیچا گیا۔گویا عام کھجوروں کو بیچنا مقصد ہی نہیں تھا۔لیکن آپ ﷺ نے اس بیع کی اجازت دی۔اس سے معلوم ہوا، کہ نقدی کے حصول کے لئے بیع کا راستہ اپنایا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اس کی شرائط کو مدنظر رکھا جائے۔اس مو مصنوعی معاملہ کہکر ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔

امام شافعی بیع عینہ کے جواز پر کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ کیا بیع اولی کا ثمن مکمل طور پر ثابت نہیں ہوا؟ اگر وہ (بیع عینہ کا منکر) کہے کہ ہاں۔تو اس کو کہا جائے کہ بیع ثانی کو دیکھو۔کیا یہ بیع اولی ہے؟ اگر وہ کہے کہ نہیں۔(یہ الگ بیع ہے) تو اس کو کہا جائے کہ کیا اس (مشتری اول) کے لئے یہ حرام ہے کہ اپنا سامان ادھار خریدنے کے بعد نقد پر نہیں بیچ سکتا؟ اگر وہ کہے کہ حرام تو نہیں۔البتہ وہ یہ سامان بائع اول کے علاوہ کسی اور کو بیچے۔تو اس کو کہا جائے کہ بائع اول کو بیچنا کس نے حرام قرار دیا۔۔

امام کے ان دلائل سے بیع عینہ کے معاملے میں اتفاق مشکل ہے۔ان دلائل کے ذریعے بیع عینہ کو جائز نہیں کہا جاسکتا۔کیونکہ بیع عینہ کا عدم جواز نص کی بنیاد پر ہے۔البتہ یہ دلائل تورق مصرفی کے معاملے میں ذکر کئے جاسکتے ہیں۔کہ مشتری اول نے جب درست طریقے سے بنک سے وہ چیز خریدلی۔اب اس کو اختیار ہے کہ خود بیچے، یا بنک کو وکیل بنائے، یا کسی اور کو وکیل بنائے۔بنک کی وکالت کے عدم جواز کو کس نے ناجائز قرار دیا۔؟ ظاہر ہے کہ نص نے ایسا کوئی حکم نہیں لگایا۔نیز اس میں بیع عینہ کی خرابی بھی نہیں۔جیسا کہ گذشتہ سطور میں واضح کیا جاچکا

ہے۔اسلئے اصولا بنک کی وکالت جائز ہونی چاہئے۔

تیسرا سوال ربا کا حیلہ ہونے کا ہے۔اس کا جواب بھی یہی ہے جو گذشتہ سطور میں گزرا،مزید یہ کہ کہ اگروہ براہ راست نقدی کا تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ کرتے، تو بلاشبہ یہ ربا ہوتا، لیکن انہوں نے ناجائز سے بچنے کے لئے ایک معاملہ کیا۔اگراس معاملے کی شرائط کو پورا کیا جائے، تو محض اس وجہ سے اس کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا، کہ ان کا مقصد نقدی تھا۔

یہ تمام تر بحث تورق کے بارے میں تھی۔تورق کی ایک قسم تورق مقلوب ہے۔جس کے بارے میں المجمع الفقہی الاسلامی کی قرارداد میں عدم جواز کی صراحت کی گئی ہے۔تورق مقلوب میں بنک متورق ہوتا ہے۔اس کی صورت یہ ہوتی ہے، کہ بنک اپنے کلائنٹ، جو عام طور پر اس کا اکاؤنٹ ہولڈر ہوتا ہے، کا وکیل بن کر مارکیٹ سے کوئی سامان خریدتا ہے، پھر خود ادھار پر اس سے مہنگے داموں خرید لیتا ہے۔اور کسی تیسرے شخص کو نقد بیچ کر رقم حاصل کرلیتا ہے۔المجمع الفقہی الاسلامی نے اس کے عدم جواز کا فیصلہ کیا ہے۔اس کے عدم جواز کی وجوہات وہی ہیں، جو التورق المصرفی کے ضمن میں بتائی جاچکی ہیں۔کہ اس میں بنک پہلے یقین دہانی کرواتا ہے کہ میں اس کو خرید لوں گا۔نیز یہ عینہ کے مشابہ ہے۔ التورق المقلوب میں بنک کلائنٹ کا وکیل بن کر مارکیٹ سے چیز خریدتا ہے۔پھر بنک اس موکل کے قبضے میں وہ سامان دے دیتا ہے۔اس کے بعد وہ اس سے خریدتا ہے۔اگر قبضہ شرعی کے تقاضوں کو پورا کیا جائے، تو اس عقد کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔اگر بنک کا وہ چیز کلائنٹ سے خریدنا عقد میں مشروط نہ ہو، تو یہ شرط عقد کو فاسد نہیں کرتی۔اسی طرح عینہ کی مشابہت کا نقطہ نظر بھی درست نہیں۔جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔جب یہ معاملہ درست ہوا، تو بنک کا کسی تیسرے شخص کو وہ سامان بیچ کر نقدی حاصل کرنا بھی درست ہوگا۔

مقالہ نگار کی نظر میں ھیئۃ المحاسبہ والمراجعہ بحرین کی المجلس الشرعی کا فیصلہ تورق کے باب میں زیادہ واضح ہے۔

دور حاضر میں افراد اور اداروں کو نقدی کی طلب رہتی ہے۔ان کی یہ طلب پورا کرنے کے لئے بسااوقات قرض کا سہارا نہیں ملتا۔بڑی نوعیت کے کاروبار بڑے سرمایہ کے بغیر شروع کرنا ممکن نہیں ہوتا۔اگرچہ تورق کو باقاعدہ تمویل کا ذریعہ بنالینا پسندیدہ نہیں۔لیکن بوقت حاجت اگر ایسا کر بھی لیا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔چنانچہ المجلس الشرعی نے مالیاتی اداروں کو مشورہ دیا ہے، کہ سرمایہ میں اضافے کے لئے تورق کا راستہ اپنانے سے گریز کیا جائے، اس مقصد کے لئے مضاربہ ومشارکہ کا طریقہ کار اپنانا چاہئے۔البتہ اگر نقصان ہورہا ہو، تو سرمایہ پورا کرنے اور اپنے عملاء کو نقصان سے بچانے کے لئے تورق کا راستہ اختیار کرنے کی گنجائش ہے[35]۔

شارع نے جب افراد کو تورق کی اجازت دی ہے، تو اداروں کا تورق بھی جائز ہونا چاہئے۔کیونکہ دونوں میں جواز اور عدم جواز کی تفریق کی کوئی نص نہیں۔البتہ ادارہ جاتی تورق، جس کو التورق المصرفی یا التورق المنظم کہا جاتا ہے، میں احتیاط زیادہ کرنی چاہئے۔کہ قبضے کی شرعی شرائط پوری

ہوں، اور وہ سامان دوبارہ بائع اول کے پاس واپس نہ آئے۔ نیز تورق کا راستہ اسی وقت اپنایا جائے، جب اور کوئی صورت نظر نہ آرہی ہو۔

References

1. Al Kahaf: 19.
2. Aldaruqtani, Ali bin Umar, Al sinan, Kitab al biyoo, Hadith: 3002.
3. Al Zahri, Abu Mansoor Muhammad bin Ahmed, Al zahir fi ghareeb alfaz al Shafi (Kuwait: Wizarat Oqaf wa al saoon islamiya, taba awal 1399 H.A, paij: 216.
4. Ibn Kaseer, Abu al Sadat Mubarak bin Muhammad, Al nihaya fi ghareeb al hadith wa alasar (Bairut: Al Maktaba al Ilmiya, 1399 H.A), paij: 301/2.
5. Nafs ul Marjiy
6. Al Kasani, Badaye al Sanaye fi tarteeb al Sharai (Bairut: Dar ul Kutub al Ilmiya, Saiya 1406 HA), paij: 199/5.
7. Al Zeilee, Tabyeen al Haqaiq Sarh Kanzul Daqaiq (Qahira: Al Maktaba al ameerya Bolaq, taba awal, 1313 H.A), paij: 55/4.
8. Ibn al Hamam, Fatah al Qadeer (Bairut: Dar ul Fikar), paij: 213/7.
9. Ibn al Hamam, Fatah al Qadeer, paij: 213/7.
10. Ibn Abedeen, Rad al Mukhtar Ali al Dar Mukhtar (Bairut: Dar ul Fikar, 1412) 326/5.
11. Ibn Rushid, Abu al Waleed Muhammad bin Ahmed Al Qurtibi, Al Muqadimat al Mumhidat (Bairut: Dar al Gharb al Islami, 1408), paij: 53/2.
12. Al Dasooqi, Muhammad bin Ahmed, Hashiyat al Dasooqi ali al Sarh al kabeer (Bairut: Dar al Fikar), paij: 77/3.
13. Al Qarafi, al farooq, paij: 268/3.
14. Al Shafi, Muhammad bin Idress (Bairut: Dar al marfat 1410), paij: 79/3.
15. Nafs al Marjee
16. Ibn Qadamah al Muqdasi, Abdullah bin Ahmed, al maqay fi fiqah al imam ahmed bin Humbal al Sheebani (Jidah: Maktaba al Sawadi lil toozeeh, taba awal, 1421), paij: 156.
17. Al Mardavi, Abu al Hassan Ali bin Suleman, al Insaf fi Muarifat al Rajih man al Khilaf (Bairut: Dar al Haya al Taras al arabi, taba: saniya, san nidard) paij: 337/4.
18. Ibn Tamimah, Majmoo al Fatawa (Madina Munawarah: Majmaa al Malik Fahad, taba 1416) paij: 309/29.
19. Ibn Tamimah, Majmoo al Fatawa, paij: 442/29.
20. Ibn Al Qeem, Ailam al Moqyeen un Rab al Aalmeen (Saoodiya, Dar ibn al Jozzi, taba awal, 1423), paij: 135/3.
21. Ssa.gov.sa, date 19 December 2019.
22. Abhas Hiyat Kabar al Ulamai bil mumlikat al arabiya al saudiya, raqam al qarar 11/3, paij: 427/4.
23. Fatawa al Janat al Daimah lil Bahoos al ilmiya wa al fatawa, paij: 161/13.
24. Qararat al majmia al fiqahi al islami makat al mukarama, paij: 320.
25. Dekhyee Majmaye al Fiqah al Islami kee unees seminar main doctor sadia bohirat ka maqala. Abu Hirawat, Dr. Saeed, al tooriq al musrafi darast tahlilyat naqdiya lil Aarai al fiqahiyat (Jidah: Majma al Fiqah al islami) paij: 6.
26. Qararat al majmia al fiqahi al islami, paij: 28.
27. Qararat al majmia al fiqahi al islami, al dorat al tasiee ishrath.

28. http://www.iifa-aifi.org/2302, 11.2.2020
29. http://ifa-india.org/index.php?do=home&pageid=economic, dated: 11.2.2020
30. Qarar, 18/2.
31. Al Mayaee al Sariya, Raqam al miyaar 30, paij: 412.
32. Al Dar deer, Muhammad bin Ahmed, Hashiyat al dasoqi ali al Sarh al kabeer (Bairut: Dar al fikar, san nidard) paij: 60/4.
33. Al surkhi, Muhammad bin Ahmed, al mubsoot (Bairut: Dar ul muarifat, san nidard) paij: 13-15/13.
34. Bukhari, Al Sahi, Kitab al Biyoo, raqam: 2089.
35. Al Miaee al Sarhiya, paij: 413.